

STRATEGY, STYLES AND CHARACTERISTICS OF MOLANA MUHAMMAD TAHIR PANJPIRI'S CALL TO RELIGION

مولانا محمد طاہر پنچ پیری کی دعوتی حکمت عملی اور ان کی دعوت کے اسالیب و اوصاف

Riaz Ahmad, Ph.D. Scholar, Faculty of Arabic & Islamic Studies, AIOU, Islamabad.

riazahmad1395@gmail.com

Prof. Dr. Ali Asghar Chishti, Chairman Department of Hadith & Seerah, AIOU, Islamabad.

ABSTRACT

Molana Muhammad Tahir Panjpiri was born in 1916 in Panjpir, Swabi. He was the disciple of Molana Ubaidullah Sindhi and Molana Hussain Ali for the Quranic Studies. He had a unique style of call towards religion. This dissertation discusses and elaborates his styles and characteristics of call towards religion. These styles can be summarized as such that Molana Muhammad Tahir Panjpiri commenced his call strategy with particular planning. He had a perception of the psychology of the people and thus guided accordingly. The call to religion movement developed gradually. It was based on the teachings of the Quran and the Sunnah and a team was also constituted to reinforce the task. He stressed on the training and surmounted the obstacles coming in the way of his mission with his sublime intellectual qualities. He did not consider it fair or legal to accept prerogatives or concessions related to his call to religion mission. His call was deducted from the teachings of the Prophets and the Pious Ancestors. He tried to guide people in simple and easy terms. The secret of success of his mission was rooted in his strong knowledge and mature spiritual position. He liked the amalgamation of copy and reason in call for guidance. He avoided narrating weak arguments and promoted financial honesty among his followers. He possessed a critical mind but would not issue unnecessary religious rulings (fatwas). He studied and taught the Holy Quran according to contemporary viewpoint.

KEYWORDS: Molana Muhammad Tahir, Strategy, Molana Ubaidullah Sindhi, Molana Hussain Ali, call towards religion, Styles, Characteristics.

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنچ پیری^۱ نے اپنی دعوت کا آغاز ایک خاص منصوبہ بندی سے کیا تھا۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ اور مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ سے قرآن مجید اور دیگر علوم پڑھنے کے بعد آپ امت مسلمہ کے بارے میں فکر مند ہو گئے۔ مسلمانوں کی قرآن مجید سے دوری اور ان کے عقائد میں شرک کی موجودگی نے آپ کو پریشان کر دیا۔ آپ پٹھان قوم کے بارے میں زیادہ فکر مند ہو گئے تھے۔ آپ نے مولانا عبید اللہ سندھی سے فرمایا کہ میں پٹھان قوم میں دعوت دین کی خاطر وطن واپس ہو رہا ہوں۔ مولانا سندھی نے فرمایا کہ پٹھانوں نے شاہ اسماعیل شہید کو نہیں چھوڑا تو آپ کو کیسے معاف کریں گے۔ بہر حال آپ اپنے ارادے میں پختہ تھے تو مولانا سندھی نے آپ کو اجازت دے دی^۲۔ آپ نے بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر انتہائی عاجزی کے ساتھ دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے ہم وطن قرآن کے فہم سے محروم ہیں اور شرک و بدعت کی لعنت میں مبتلا ہیں، ان کو سمجھ عطا فرما اور بات سننے کی توفیق عطا فرما^۳۔ آپ نے مولانا حسین علی صاحب کو بھی آئندہ اپنے وطن میں کام کرنے کے ارادہ سے مطلع کیا اور ان کی اجازت بھی حاصل کی اور انھوں نے آپ کے لئے دعا فرمائی^۴۔

مولانا محمد طاہر فرماتے ہیں کہ میں نے خود بھی اپنے علاقے میں دعوت دین کے کام میں ممکنہ رد عمل پر غور کیا۔ مجھے حالات کی سنگینی کا احساس اس وقت بھی ہوا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنے مستقبل کی سنگینی پر غور کیا تو میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ سوچ رہا تھا کہ انگریز میرے خلاف ہوگا، ملا اور پیر میرے خلاف ہوں گے، میں کیسے ان حالات کا مقابلہ کروں گا؟⁵ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں اپنی دعوت کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے میں نے یہ عزم کیا تھا کہ میں تدریس و امامت فی سبیل اللہ کروں گا اور گزران وقت کے لئے تجارت یا کشاکش کریں گا۔⁶ مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی اجازت سے جب آپ نے دعوتی کام شروع کرنے کا عزم کر لیا تو آپ نے مندرجہ ذیل تین اہداف اپنے لئے مقرر کئے۔

- 1- قرآن پاک کی تدریس کے ذریعے اشاعت دین کرنا۔
- 2- شرک و بدعت کی تردید اور توحید و سنت کا پرچار کرنا۔
- 3- اہل حق کا دفاع کرنا۔ جن میں آپ نے سرفہرست انبیاء کرام و صحابہ عظام کے دفاع کو رکھا۔ شاہ اسماعیل شہید اور ان کے رفقاء کی وکالت بھی آپ کے دعوتی اہداف میں شامل تھی۔ ان اہداف کے حصول میں جو مشکلات و موانع پیش آسکتے تھے، ان پر بھی غور کیا جو حسب ذیل ہو سکتے تھے۔

- 1- پٹھانوں میں رائج ان کے صدیوں پرانے غلط عقائد اور رسم و رواج کا وجود، جن کو چھوڑنے کے لئے وہ تیار نہ تھے۔
 - 2- پیران ضلالت، جو بدعتیہ دینی اور رسوم و بدعات کی تائید کر کے کھاتے پیتے تھے اور معاشرے پر اثر و رسوخ رکھتے تھے۔
 - 3- علماء سوء، جو کہ ان منکرات کے جواز کے فتوے دیا کرتے تھے، پیران ضلالت کے شانہ بشانہ موجود تھے۔⁷
- محمد مطہر نے اپنی کتاب میں شیخ کی دعوت کا ایک ہدف یہ بھی بتایا ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت کی جائے جن میں شرک و بدعت اور رسوم باطلہ کی منہ کشی ہو یا کسی اور بڑے دینی مقصد کے حصول میں آسانی کا باعث ہو۔⁸

اپنے اہداف تک رسائی کی کوشش کرتے ہوئے آپ نے قرآن مجید کو اپنی دعوت کے بڑے وسیلے اور ذریعے کے طور پر استعمال کیا۔ آپ نے اپنی قوم کی مادری زبان میں درس قرآن شروع کیا۔⁹ اس سے پہلے آپ نے بچوں کو اسماء حسنی اور نماز کا سبق ترجمہ کے ساتھ سکھایا اور یہی ابتدائی نقش ان کے ذہنوں میں اس طرح بٹھایا کہ وہ پورے قرآن مجید کا درس لینے کے لئے تیار ہو گئے۔¹⁰ گاؤں میں سکول کے بچوں میں آپ کا درس مقبول ہوا تو آپ نے اس کو مزید وسعت دی اور کئی سال بعد شیخ صاحب کے پاس دینی مدارس کے طلبہ کی آمد شروع ہو گئی۔¹¹ آپ نے شروع میں عام کتب دینیہ کا درس شروع کیا تھا تا کہ طلبہ کو دیگر علوم و فنون کے بہانے قرآن مجید کی تعلیم دی جاسکے، کیونکہ اس زمانے میں بعض مولوی حضرات نے انگریزوں کی ایما پر یہ مشہور کر رکھا تھا کہ چودہ علوم پڑھے بغیر ترجمہ قرآن سیکھنا سکھانا کفر ہے۔¹² قرآن فہمی کا شعور اجاگر کرنے کے بعد آپ اصلاح عقائد کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے پہلے رد شرک کو اپنا

موضوع دعوت بنایا اور جب اس مسئلے کی تبلیغ ایک مرحلے تک پہنچی تو پھر آپ نے بدعات کی تردید شروع کی۔ یہ مرحلہ ذرا زیادہ سخت تھا کیونکہ بدعات ایسے علماء بھی کرتے تھے جو کہ واقعی علوم دینیہ پڑھے ہوئے تھے مگر زمانے کے حالات نے ان کو گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ چنانچہ اس مرحلے پر آپ کے کچھ ساتھی بھی آپ سے جدا ہو گئے¹³۔

اس زمانے میں آپ گھر گھر دعوت دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے مشن کو پھیلانے کے لئے تین دن کے ارادے سے نکل جاتے اور مختلف گاؤں میں تبلیغی بیانات کرتے، لوگوں کے ہاں کھانے پینے سے احتراز کرتے اور اپنے ساتھ کچھ نوشہ رکھتے تاکہ کسی کی محتاجی پیش نہ آئے¹⁴۔ محمد مطہر لکھتے ہیں کہ شیخ صاحب تصحیح عقائد کے داعی اور اصلاح معاشرہ کے عظیم مبلغ تھے۔ تجدید دین اور اصلاح معاشرہ آپ کے بنیادی اہداف میں سے تھے¹⁵۔ اصلاح عقائد کا کام بھی آپ نے بالکل بنیاد سے شروع کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے سکول کے بچوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کیا اور انہیں بنیادی دینی تعلیم سے آراستہ کرتے ہوئے مستقبل کے لئے ایک جماعت تیار کی۔ آپ بچوں کو مغرب کے بعد وعظ و نصیحت بھی کرتے اور درس قرآن بھی دیتے۔ اس زمانے میں یہ خطرہ تھا کہ کوئی شخص الزام لگا کر اس کام کو بند نہ کرے۔ اس کا سد باب شیخ صاحب نے یوں کیا تھا کہ آپ اپنے مہمان خانہ کی کھڑکیوں میں لالٹین رکھتے تاکہ رات کے وقت بھی مہمان خانے کا اندرونی منظر عام مشاہدے میں آتا ہو۔ اس کے بعد شیخ صاحب ہر بچے کو اس کے گھر پہنچا دیتے تاکہ راستے میں بھی ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے¹⁶۔

شیخ صاحب نے ان بچوں کی ایسی ذہنیت بنائی کہ گاؤں میں خواتین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام پر جو گیارہویں کی منت دیا کرتی تھیں، وہ انہی طلبہ نے بند کروائی۔ اگر مولوی صاحبان کوئی غلط مسئلہ بیان کرتے تو یہ طلبہ ان پر اچھے انداز میں نقد کرتے۔ یہ طلبہ شیخ صاحب کے پاس کھانا کھاتے اور گھر میں جا کر بھوک ہڑتال پر چلے جاتے۔ والدین پریشان ہو جاتے تو یہ طلبہ کہتے کہ ہم اس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے جب تک گیارہویں کی منت ہمارے گھر سے ختم نہیں ہوتی۔ والدین مجبور ہو کر مطالبہ مان لیتے اور یوں پورے گاؤں والوں نے نذر غیر اللہ سے توبہ کر لی۔ افادہ کی غرض سے اس منصوبے کی پوری تفصیل ذکر کی جا رہی ہے۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے سکول کے بچوں کو تیار کیا، ان کو کاغذ دوات دے دی اور ترجمہ شروع کیا۔ جب ترجمہ ختم ہوا تو میں نے ان کا امتحان لیا۔ 60 بچوں میں صرف سات پاس ہوئے۔ میں نے ان کے سامنے گیارہویں کی منت کا مسئلہ رکھا۔ انہوں نے بند کرنے پر اتفاق کیا لیکن طریقہ کار کیسے ہو؟ اس بارے میں ان سے میں نے رائے لی۔ ایک نے کہا کہ میری والدہ جب گیارہویں پکانے کے لئے اجناس ہانڈی میں ڈالے گی تو میں لاٹھی سے اس ہانڈی کو توڑ دوں گا۔ میں نے کہا کہ تم لڑائی پیدا کر رہے ہو، تم ناکام ہو گئے۔ دوسرے نے کہا کہ میں مولوی صاحب کو گیارہویں کھانے کے لئے گھر میں آنے سے روکوں گا۔ میں نے اسے بھی غلط قرار دیا کہ اس طرح تم بھی لڑائی کا باعث بن رہے ہو۔ پھر میں نے خود طریقہ بتایا کہ جب گیارہویں پک جائے تو تم ہڑتال پر چلے جانا۔ میں یہاں آپ کو کھانا دوں گا اور گھر میں

آپ اپنے آپ کو بھوکا ظاہر کریں۔ لیکن یہ معاملہ خفیہ رکھنا ہے۔ یہ طریقہ کار کامیاب رہا اور ماؤں کی چیخیں نکل گئیں کہ بچو کھانا کھاؤ، میں آئندہ گیارہویں نہیں پکاؤں گی۔ بچے کہتے کہ آپ نہیں پکائیں گی لیکن والد صاحب نہیں مانیں گے۔ پھر والدین بچے کو میرے پاس لاتے کہ تم ان کو کہہ دو کہ کھانا کھالیں۔ میں والدین کی اطاعت والی آیات پڑھ کر انھیں کھانا کھانے کا کہتا تو آگے سے بچہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب والدین نافرمانی کا حکم دیں تو ان کی بات نہ مانیں۔ باپ پھر قسم اور طلاق کر کے کہتا کہ میں نہیں کہوں گا، تو بچہ کھانا کھا لینا۔ یوں غیر اللہ کی منت پورے گاؤں سے ختم ہو گئی۔ یہی تحریک آگے بڑھی تو پورے خطے میں پھیل گئی اور اس خطے کی اکثر آبادی شرک و بدعت کے اندھیروں سے نکل کر توحید خالص کی علمبردار بن گئی۔

تیسرا ہدف اہل حق کا دفاع تھا۔ آپ نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی تاریخ پڑھی ہوئی تھی جو ماضی قریب میں اس خطے میں تشکیل پائی تھی۔ آپ نے جب سوچا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ ان کے خلاف ملازم کا ایک حصار بنا ہوا تھا اور انھیں بدنام کیا گیا تھا۔ آپ نے عزم کیا کہ میں ان کی صفائی بیان کروں گا۔ اسی تحریک سے جڑے دیگر علماء و بزرگان کی وکالت بھی آپ کے مشن میں شامل تھی۔ آپ نے نہ صرف اس خطے کے مظلوموں کو بدنام کرنے والوں کو تلاش کر کے ان کا احتساب کیا بلکہ انبیائے کرام اور صحابہ عظام سے لے کر موجودہ وقت تک ہر مظلوم اور اہل حق کا دفاع آپ کا مشن رہا¹⁷۔

آپ نے قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ان اسرائیلی واقعات پر سخت گرفت کی جو انبیائے کرام کے حق میں نازیبا توں پر مشتمل تھے۔ آپ نے صحابہ کرام کا دفاع کرتے ہوئے شیعہ مسلک پر شدید تنقید کی اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ دراصل یہود مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتے تھے اس لئے انھوں نے عبداللہ بن سبا کو ایجنٹ کے طور پر بھیجا۔ اس نے منافقت کرتے ہوئے اسلام کا اظہار کیا اور اس نے دور عثمانی میں فتنوں اور اختلافات کی بنیاد رکھ کر امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیابی حاصل کی¹⁸۔ شیخ صاحب اس حوالے سے تین کتابوں کے مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ منہاج السنۃ، العواصم من القواصم اور تحفہ اثنا عشریہ۔ شیخ صاحب کی مولانا مودودی سے ناراضگی کی وجہ بھی یہی تھی کہ انہوں نے انبیائے کرام اور صحابہ عظام پر اعتراضات کئے تھے۔ شیخ صاحب فرماتے کہ مولانا مودودی صاحب کے طعن انبیاء کے لئے ماخذ یہود کی کتابیں ہیں۔ آپ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا دفاع بڑے شاندار طریقے سے کیا ہے اور ان کی فقہ پر اعتراض کرنے والوں کو مدلل جوابات دیئے ہیں۔ آپ امام ابن تیمیہ، محمد بن عبد الوہاب عجدی کا دفاع بھی کیا کرتے تھے۔ آپ نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے دفاع کو اپنا مشن بنایا ہوا تھا۔ آپ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی تصنیفات چھپوانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ خطے کے مولویوں نے ان پر جو اعتراضات کئے تھے اور جن جن مولویوں نے ان کے خلاف ملازم کا حصار بنایا ہوا تھا، آپ ان سب کے نام لے کر ان کے اعتراضات اور فتوے عام درس میں سناتے تھے اور ان کو بدنام کرنے کی پوری سازش کو بے نقاب کر دیتے تھے۔ آپ ان کے خلاف لکھی گئی کتابیں بھی شرکائے درس کو دکھاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میری مخالفت کرنے

والے بھی زیادہ تر وہی لوگ ہیں جن کے آباؤ اجداد نے شاہ اسماعیل شہید کو بدنام کیا، ان کے ساتھیوں پر حملے کئے، ان کے خلاف منصوبے بنائے اور ان پر کفر اور گمراہی کے فتوے لگائے۔ آپ نے شاہ اسماعیل شہید، صحابہ کرام، انبیائے عظام کے علاوہ دیگر اہل حق کا بھی دفاع کیا۔ ان میں پیر مائیکل یعنی پیر عبدالوہاب صاحب، بایزید انصاری، مولانا عبداللہ ہروی، مولانا حبیب اللہ قندھاری اور کوٹھا صوابی کے سید امیر صاحب بھی شامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع میں آپ عجیب نکتہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اچانک اتفاق ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نامزد کیا تھا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تو شور مچا قائم ہوئی تھی، اس پر دشمنان صحابہ کیونکر اعتراض کرتے ہیں¹⁹۔

یہاں تک دعوتی اہداف کی بحث مکمل ہو گئی۔

اب آگے شیخ صاحب کی دعوتی حکمت عملی، طریقہ کار اور دعوتی اوصاف کو بیان کیا جائے گا۔ کوشش یہ کی جائے گی کہ موضوع سے متعلق تمام معلومات اس مقالہ میں جگہ پالیں۔ اس مقصد کے لئے معلومات کو اسلوب کے عنوان سے بیان کیا جائے گا۔ ہر اسلوب کو نمبر دیا جائے گا اور اس کے ضمن میں وضاحت کے لئے مثالیں پیش کی جائیں گی۔ یہاں دعوت کے اوصاف بھی اسلوب کے عنوان سے ذکر ہوں گے۔

اسلوب (1): آپ نے دعوت شروع کرنے سے پہلے لوگوں کی نفسیات کا تجزیہ فرمایا اور اپنے تجزیہ کے مطابق لوگوں کی درجہ بندی فرمائی۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ جب کوئی داعی حق بیان کرتا ہے تو تین قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ایک طبقہ بڑوں کا ہوتا ہے، دوسرا طبقہ ہم عصر لوگوں کا ہوتا ہے اور تیسرا طبقہ چھوٹوں کا ہوتا ہے۔ ان تینوں کو الگ الگ طریقوں سے دعوت دینی ہوگی۔ بڑے آپ کی بات نہیں مانیں گے کیونکہ آپ ان کی نظر میں چھوٹے طالب علم ہوں گے۔ ان سے داعی کو اس طرح مخاطب ہونا چاہئے کہ وہ عذر کرنے والے کی طرح ان کو کہہ دے کہ آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ شرک ناقابل معافی جرم ہے، اس سے انسان پر دوزخ لازم ہوتا ہے۔ اس طبقے سے کوئی زیادہ امید نہیں رکھنی چاہئے۔ سو میں سے کوئی ایک ٹھیک ہو جائے تو غنیمت ہے۔ ان لوگوں سے اپنے آپ کو بچانا ہوگا۔ ان کے سامنے آپ تعریض کے طور پر بات کریں گے۔ مثلاً آپ کہیں گے کہ میں نذر غیر اللہ کا مسئلہ دیکھ رہا تھا، بہت ساری کتابوں میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ ان کے سامنے اپنے علم کا اظہار بھی کرنا ہوگا اور ان سے زیادہ امیدیں وابستہ نہیں کرنی چاہئیں۔

دوسری قسم ہم عصر لوگوں کی ہے۔ ان میں کچھ آپ کے تعلق دار اور دوست ہوں گے اور کچھ آپ کے تابع دار ہوں گے۔ اس طبقے سے نصف لوگ آپ کی بات مانیں گے اور نصف نہیں مانیں گے۔ ہم عصر کے ساتھ ترغیب و انابت کے طریقے سے بات کرنی ہوگی۔ آپ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے ہم قرآن سیکھنے کے لئے بیٹھ گئے۔ ہمارے بڑوں نے قرآن مجید سیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ تیسری قسم چھوٹوں کی ہوگی۔ ان کے سامنے نفس مسئلہ بیان کرنا کافی ہے۔ انہیں دلیل، زجر اور ترغیب وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ مقرر

اور واعظ بھی ان تین طبقات کا لحاظ رکھے گا۔ قرآن کا اسلوب دعوت بھی اسی طرح ہے۔ قرآن کریم پر انے یہودیوں کو زبردیتا ہے۔ نئے یہودیوں کو ترغیب دیتا ہے اور ناسمجھ لوگوں کو مسئلہ بیان کرتا ہے²⁰۔ ایک اور مقام پر شیخ صاحب نے لوگوں کی درجہ بندی ایک اور طریقے سے فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ماننے والے، دوم ضدی، سوم مذہب۔ یہ تینوں قسمیں سورہ فاتحہ میں بیان ہوئی ہیں²¹۔ مولانا ہدایت اللہ چغزئی نے بھی شیخ القرآن کی نفسیات شناسی اور بلند ذہنی سطح کو سراہا ہے²²۔

اسلوب (2): شیخ صاحب بقیۃ الآثار میں فرماتے ہیں کہ سائل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک عنادی، جس کا مقصد سمجھنا نہیں ہوتا بلکہ ضد اور اختلاف پیدا کرنے کے لئے سوال کرتا ہے۔ اس کو الزامی جواب دینا پڑتا ہے تاکہ اس کا راستہ بند ہو جائے اور وہ خاموش رہے۔ دوسری قسم کا سائل سمجھنے اور شک و شبہ کو زائل کرنے کے لئے سوال کرتا ہے۔ اس کو تحقیقی جواب دینا چاہئے تاکہ اس کے دل سے جہالت کا شبہ زائل ہو جائے²³۔ ایک شخص نے شیخ صاحب سے پوچھا کہ آپ کب معزلی ہو گئے ہیں؟ شیخ نے فرمایا، جب سے آپ کو حیض آیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: *فاعتزلوا النساء فی المحیض* "حیض کی حالت میں عورتوں سے اعتزال کرو یعنی جماع نہ کرو"²⁴۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں کہ میں شروع میں الزامی جواب دیا کرتا تھا۔ اعتراض کرنے والا خاموش ہو جاتا اور اس کی طبیعت ٹوٹ جاتی۔ اور جب طبیعت ٹوٹتی ہے تو بندہ تابعدار بن جاتا ہے²⁵۔ آپ مخالف شخص کے استدلال کو خوب سمجھنے کی کوشش کرتے اس کے بعد اس کو توڑنے کا اہتمام کرتے اور اس کے استدلال سے جواب دیتے²⁶۔

(مثال): ایک شخص نے کہا کہ فلاں بابا بادی امراض ٹھیک کرنے کا ذمہ دار ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ وہ بابا کس صدی میں پیدا ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ دسویں صدی میں۔ شیخ نے فرمایا، اس سے پہلے ان امراض کو ٹھیک کرنے کا ذمہ دار کون تھا؟²⁷

اسلوب (3): آپ نے اپنی دعوت میں تدریج کا لحاظ رکھا اور دعوت نبوی کی طرح آپ نے بھی اپنی دعوت کی بنیاد اسی اصول پر قائم فرمائی۔ آپ نے شروع میں صرف اصلاح عقائد کا کام کیا، جب کچھ ساتھی بن گئے تو اس کے بعد رد بدعت شروع کی۔ اس کے بعد قرآن فہمی کے لئے عمومی دعوت دی۔ آخر میں تمام علوم میں تجدید کا کام کیا۔ بدعت کی تردید مؤخر کرنے میں یہ حکمت مد نظر تھی کہ اپنے آپ کو مؤحد کہنے والے بھی کئی بدعات میں مبتلا تھے۔ شروع میں اگر ان کی مخالفت مولیٰ جاتی تو مشکلات میں اضافہ ہوتا²⁸۔

اسلوب (4): دعوت دین کے سلسلے میں آپ نے اپنے لئے جماعت بنانے کو ضروری سمجھا اور جب اس میں کامیابی حاصل ہو گئی تو آپ نے اپنی دعوت کو وسعت دی۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میں تو شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے ایک بال کے برابر بھی نہیں ہوں لیکن جب میں نے ان کی شکست کے اسباب پر غور کیا تو مجھے پتہ چلا کہ ان کے ساتھ 2000 لوگ آئے تھے اور تین ہزار یہاں کے لوگ شامل ہو گئے تھے اور ان کو علماء کی حمایت حاصل نہیں تھی۔ جب انھوں نے قرآن سنت کے اجراء کا فیصلہ فرمایا تو علمائے سوء نے ان کی مخالفت شروع کی اور ان کے خلاف ایک محاذ بنایا اور ان کو بدنام کر کے شہید کر دیا۔ میں شروع میں صرف توحید بیان کرنے پر اکتفا کرتا،

رد بدعت میں نے فی الحال موقوف کی تھی تاکہ ملازم کے توڑ کے لئے اپنے ساتھ علمائے کرام کی ایک جماعت بنادوں۔ جب طلبہ نے یہاں ترجمہ کر کے ہر گاؤں میں ان کا مقابلہ شروع کیا تو میں نے بدعات کی تردید شروع کی²⁹۔

اسلوب (5): آپ نے قرآن و سنت پر اپنی دعوت کی بنیاد رکھی۔ اس سلسلے میں ان کی قرآنی دعوت بہت مشہور تھی³⁰۔ اس سلسلے میں آپ قرآن و سنت پر اعتماد کرتے تھے، چنانچہ یہاں پر بطور مثال چند نمونے ذکر کئے جاتے ہیں۔

(مثال نمبر 1): سور زخرف میں کفار کے مختلف اعتراضات لفظ "قالوا" کے ساتھ ذکر ہوتے ہیں۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ موجودہ معاشرے میں بھی اعتراضات کرنے کی عادت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر یہ اولیاء اللہ کے لاڈلے نہ ہوتے تو ان کے مزاروں پر جھنڈے کیوں گاڑے جاتے³¹۔

(مثال نمبر 2): سورہ حم مومن کے شروع میں شیخ صاحب نے قرآن مجید کے اسلوب بیان کو ایک خط کی طرح قرار دیا ہے کہ جس طرح بادشاہ کی طرف سے آنے والا خط معزز شمار ہوتا ہے تو بادشاہوں کے بادشاہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے آنے والا یہ خط بھی معزز ہے۔ یہ مضمون پہلی آیت میں بیان ہوا ہے: حم تنزیل الکتب من اللہ العزیز العلیم" یہ کتاب اس اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو کہ غالب اور جاننے والا ہے"۔ اس کے بعد سورت میں اللہ تعالیٰ کا تعارف اور صفات بیان ہوئی ہیں³²۔

اسلوب (6): آپ نے اپنی دعوت کو مخلوق کی محتاجی سے بچانے کی بہت کوشش فرمائی تھی۔ آپ اپنے گزران کے لئے تجارت کیا کرتے تھے اور عوام سے کچھ بھی نہیں لیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ حق بیان کرنے والے مولوی کو چاہئے کہ وہ مدرسہ کا متمم نہ بنے، امامت صرف اللہ کی رضامندی کے لئے کرے، اس پر اجرت طلب نہ کرے، مدرسوں میں مدرس بھی نہ بنے بلکہ مسجد میں بلا معاوضہ قرآن و سنت کی تعلیم دے۔ عوام کو بھی تعلیمی عمل میں شریک کرے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں مدارس میں خدمات دینیہ کا منکر نہیں لیکن جب احتیاج درمیان میں موجود ہو تو حق بیان کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ آپ سہ روزہ تبلیغی دورے فرماتے تو تبلیغی جماعت والوں کی طرح کسی کا کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ اپنے لئے ہلکا توشہ ساتھ رکھتے۔ ووٹ کی محتاجی کو بھی آپ دعوت کے سلسلے میں رکاوٹ سمجھتے تھے³³۔ آپ مدارس کے لئے چندہ کرنے کو بہت برا سمجھتے تھے اور اس سلسلے میں اپنی جماعت کے ساتھیوں پر بہت سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے³⁴۔

اسلوب (7): آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں کو ضروری سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں فرماتے تھے کہ نہی عن المنکر قرآن مجید کا بنیادی اصول ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ فاصدع بما تؤمر کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ پر وحی ہوا ہے، اسے کھل کر بیان کرو۔ "صدع" شیشہ ٹوٹنے کو کہا جاتا ہے اور شیشہ جب ٹوٹتا ہے تو دانے دانے ہو کر بکھر جاتا ہے۔ اسی طرح حق کی بات وضاحت سے بیان کرنی چاہئے تاکہ حق و باطل میں واضح تمیز ہو سکے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں آپ سلف صالحین کی اتباع کیا کرتے

تھے 35۔

اسلوب (8): آپ توحید کی اشاعت کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور پیغمبری توحید کو سرعام اور بلا کسی مصلحت کے بیان کرنے کو دعوت کی بنیاد سمجھتے تھے۔ اس حوالے سے آپ نے ایک اصطلاح متعارف کرائی تھی جسے آپ پشتو میں "چغہ" یعنی پکار کہتے تھے۔ آپ کا درس قرآن اور خطبات اس طرح کے واقعات سے بھر پور ہیں۔

(مثال نمبر 1): آپ اپنے درس قرآن اور اپنے تبلیغی خطبات میں دعوتی پکار سے متعلق احادیث نقل فرماتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے زید بن عمرو بن نفیل کے بارے میں ایک صحابی سے پوچھا کہ کیا آپ نے اسے دیکھا تھا؟ صحابی نے فرمایا، ہاں میں نے اس کو دیکھا تھا اور اس کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا۔ وہ بیت اللہ میں توحید کے مضمون پر مشتمل اشعار پڑھتا رہتا تھا اور عرب اس کو پتھروں سے مار مار کر زخمی کر دیتے۔ یہ حضرت سعید کے والد تھے اور دور جاہلیت کے موحدین میں سے تھے 36۔

(مثال نمبر 2): حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو اس وقت مسلمان تعداد میں کم اور کمزور تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو فرمایا کہ حق کے اظہار میں پوشیدگی سے کام لو، مگر اس نے بیت اللہ میں جا کر حق کی صدا بلند کی اور کفار سے مار پیٹ کھائی۔ ان کی پکار نبی کریم ﷺ کو اتنی پسند آئی کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء اصدق لهجة من ابی ذر "سرسبز آسمان کے نیچے اور خاکی زمین کے اوپر ابوذر سے کوئی زیادہ سچا نہیں گزرا ہے" 37۔

اسلوب (9): آپ تربیت پر بہت زیادہ زور دیتے تھے۔ آپ کا فلسفہ آداب مستقل ایک موضوع ہے۔ آپ نے آداب سے متعلق شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے افادات کو درساڑھا ہوا تھا۔ اس حوالے سے آپ شعائر اللہ کی تعظیم کو ضروری سمجھتے تھے اور استاذ، کتاب، مسلک و مذہب، ائمہ، علماء، حرمین، مساجد اور مقبروں کو عزت دیتے تھے۔ آپ آداب کو قرآن کے آٹھ بنیادی مضامین میں شامل سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ مدارس والے طلبہ کی تربیت سے غافل رہتے ہیں اور وہ بغیر تربیت کے زندگی گزار دیتے ہیں۔ آپ عاجزی کو پسند فرماتے تھے اور فرماتے کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار بن جاتا ہے۔ ایسا اس کی عاجزی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ آپ اپنے طلبہ کے سامنے وقت کی اہمیت بیان فرماتے تھے اور طلبہ کی بے پرواہی کے ساتھ زندگی گزارنے کو ہدف تنقید بناتے تھے 38۔

اسلوب (10): آپ ذہنی طور پر بہت تیز تھے اور جلدی سے جواب دینے پر قدرت رکھتے تھے۔ آپ زمینی حقائق اور وقت کے تقاضوں کو پہچاننے والے شخص تھے۔ اسی وجہ سے آپ اکیلے طور پر کئی افراد کے ساتھ بحث مباحثہ میں غالب آتے۔ آپ مخالفین کی حرکات و سکنات سے بھی واقف ہوتے تھے۔

(مثال): ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ شرح عقائد میں لکھا ہے کہ مردے عذاب و ثواب کے علاوہ اور چیزوں کو بھی سمجھتے ہیں۔ اور شرح عقائد کا حوالہ دیا۔ مجھے کہا کہ کتاب لے آؤں؟ میں نے کہا لے آؤ۔ جب کتاب لائی اور یہ بات اس میں نہیں ملی تو کتاب کو

چادر میں چھپا لیا۔ میں نے کہا، شرح عقائد میں لکھا ہے کہ مردے زندوں کی بات کو نہیں سمجھتے اور مولوی صاحب کے پاس کتاب ہے، اس کے فلاں صفحے میں لکھا ہے۔ مولوی صاحب نے پوچھا، میری کتاب کا تمہیں کیا معلوم؟ میرے پاس کتاب کہاں ہے؟ آپ عالم الغیب تو نہیں؟ میں نے کہا، میں عالم ظاہر ہوں اور آپ کی بغل میں کتاب ہے، وہ نکالو۔ لوگوں نے دیکھا تو کتاب موجود تھی³⁹۔

اسلوب (11): آپ دعوت دین کے سلسلے میں کسی قسم کی مراعات لینے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کسی کے ہاں دعوت کھانے سے اعراض کرتے اور دوسروں پر خوب خرچ کرتے تھے۔

(مثال): آپ نے ایک مرتبہ میت کے گھر پکایا جانے والا کھانا ضائع کر دیا اور میت کے گھر والوں کے مہمانوں کو اپنے ہاں کھانا کھلایا۔ اس طرح کرنے سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ تین دن تک میت کے گھر کھانا کھانے کا رواج ختم کیا جاسکے⁴⁰۔

اسلوب (12): آپ نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام کی دعوت سے بھرپور استفادہ کرتے تھے۔ اس حوالے سے آپ دعوت نبوی کے منہج پر گفتگو فرماتے اور انبیائے کرام کی دعوت کے قصے سامعین کو سناتے⁴¹۔

اسلوب (13): آپ شیاطین و جنات کے انسانی شکل میں آنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے واقعات سنا کر طلبہ کو گمراہی سے بچاتے۔ آپ لوگوں کو سمجھاتے کہ خواب میں آکر ڈرانا، راستوں اور اندھیروں میں انسانی شکل اختیار کر کے نمودار ہونا شیطان کی طرف سے ہے⁴²۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ شیطان ایک قابل جرنیل ہے اور قابل جرنیل مقصد کے حصول تک لڑتا ہے، وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے مگر مقصد کو حاصل کرنے کو شش میں رہتا ہے۔ اگر ایک راستہ سے رسائی نہ ہو تو دوسرے راستے سے چلا جاتا ہے۔ بے وقوف جرنیل سیدھا جاتا ہے اور اپنے آپ کو بھی تباہ کرتا ہے اور اپنی فوج کو بھی۔ آگے فرمایا کہ شیطان پہلے توبت کی عبادت پر لوگوں کو دوغلاتا ہے، پھر جب اس کو تبت پرستی کی تردید کا پتہ چل گیا تو اس نے روح کے آنے کا تذکرہ شروع کیا۔ پہلے یغوث، یعوق، نسر اور لات جیسے معبودان باطلہ کی پرستش کی گئی، اب مختلف بابے بنائے گئے جنہیں انھوں نے مختلف امراض کے علاج کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے⁴³۔ شیخ صاحب ان شیطانی ہتھکنڈوں کی وضاحت فرمایا کرتے تھے۔

(مثال نمبر 1): ہشام بن عمر فرماتے ہیں کہ میں ایک چرواہے کے پاس رات کو ٹھہر گیا۔ آدھی رات کو ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا۔ اس نے کہا: یا جار الوادی، یا عامر الوادی، جارک "یعنی اے علاقے کو بچانے والے، اپنے ہمسائے کو بچاؤ۔" چرواہے کے بلاوے کے بعد ایک آواز آئی، یا سرحان ارسلہ "ارے سرحان! اس کو چھوڑ دو"۔ سرحان بھیڑیے کا لقب ہے۔ بھیڑیے نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ بکری اس حال میں آئی کہ اس پر کسی زخم کا نشان نہیں تھا۔ میں نے چرواہے سے ماجرا معلوم کیا تو اس نے کہا، میں جنات کے سردار کی منت دیتا ہوں اور جب بھیڑیا آتا ہے تو میں اس کو بلاتا ہوں۔ وہ پھر بھیڑیے کو کہتا ہے کہ چھوڑ دو ورنہ قتل کر ڈالوں گا۔ اس طرح وہ چھوڑ دیتا ہے۔

حضرت ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد میں نے یہ قصہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا، یہ شیطان تھا جو کہ بھیڑیے کی صورت میں نمودار ہوا تھا⁴⁴۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جنات و شیاطین کے معبود ہونے کا آغاز اس وقت ہوا تھا جب انسان نے ان سے ڈرنا شروع کیا۔ دنیا میں انسانوں کی پیدائش کے وقت جنات آباد علاقوں کو چھوڑ کر صحراؤں اور جنگلوں میں منتقل ہو گئے تھے۔ لیکن جب انھوں نے شیطان کے بہکانے سے جنات کی منت دینی شروع کی تو ان کے دلوں سے رعب ختم ہو گیا اور انسانوں پر غلبہ پالیا۔ تب یہ ہوا کہ انسان جب کسی غیر آباد علاقے سے گزرتے تو کہتے: اعدوٰہذا بکبیر هذا الوادی "میں اس وادی کے سردار کی پناہ چاہتا ہوں"۔ آگے سے جنات کہتے: مجیز "میں پناہ دیتا ہوں"۔ رفتہ رفتہ ایسا وقت آیا کہ لوگوں نے یہ عقیدہ رکھنا شروع کیا کہ جنات اللہ تعالیٰ کے رشتہ دار ہیں، اور پھر ان کی منت دیتے رہے⁴⁵۔

(مثال نمبر 2): حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے نیچے جادو دفن کر کے کہا، حضرت سلیمان علیہ السلام جادو گر تھے⁴⁶۔

اسلوب (14): شیخ صاحب یہ کوشش فرمایا کرتے تھے کہ عوام کو سمجھانے کے لئے ایسے ذرائع استعمال کئے جائیں جو آسان، عام فہم اور متفق علیہ ہوں۔ آپ اختلافی مسائل بیان کرنے سے احتراز فرماتے تھے۔ خود بھی اس طریقے سے دعوت دیا کرتے تھے اور اپنے شاگردوں اور متعلقین کو بھی اسی نہج کے مطابق دعوت دینے کا طریقہ سکھاتے تھے۔ گویا یہ ایک طرح کی ٹریننگ ہوتی تھی⁴⁷۔

(مثال): سورہ حم سجدہ کے شروع میں شیخ صاحب نے ایک محلے کے بزرگ بابا کو دعوت دینے کا طریقہ بتایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب آپ حق کا مسئلہ بیان کریں گے تو شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ یہ تو نئی بات نکل آئی۔ ہم تو درباروں پر جا کر نذر و نیاز کرتے چلے آتے ہیں۔ آپ اس بابا کو کہیں گے کہ یہ بات تو نئی نہیں، کلمہ میں موجود ہے، آؤ بیٹھو، میں آپ کو کلمہ نماز سکھاتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ، یعنی کلمہ سے شروع کر کے اس کا معنی اور مفہوم سکھانا شروع کریں گے۔ بابا جی یہ آپ کا صحیح اور درست وظیفہ ہے۔ یہ آپ کرتے رہیں اور میں آپ کو اس کا مطلب سمجھاؤں گا۔ بابا جی کے ساتھ آپ کے اختلاط سے محلے کے امام کو خشک گزرے گا تو اگر وہ پوچھے کہ کیا کرتے ہو؟ تو بتادو کہ بابا جی کو کلمہ سکھاتا ہوں۔ اس کو کلمہ درست کرتا ہوں۔ وہ کہے گا کہ ٹھیک ہے، اس کو سکھاؤ۔ یوں کچھ عرصہ تک کلمہ طیبہ کا معنی و مفہوم سمجھانے کے بعد آپ بابا جی کو کہیں گے کہ دیکھو بابا جی، اب ہم نماز شروع کرتے ہیں۔ آپ نماز کو سبحانک اللہم و بھدک سے شروع کریں گے۔ پہلے معنی کریں گے کہ اے اللہ تیری پاکی ہے ساتھی تیری حمد کے۔ درمیان میں آپ کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے کس چیز سے پاکی بیان کرتے ہیں۔ آپ خود جواب دیں گے کہ اس بات سے کہ اللہ نے اپنے لئے نیاز مندوں کو نایب بنایا ہے۔ پھر کہیں گے کہ رزق، اولاد اور جملہ نعمتوں کا دینے والا صرف اللہ کی ذات ہے۔ اور "بھدک" میں اشارہ ہے کہ اے اللہ آپ کی نذر و نیاز کروں گا۔ اسی طرح کرتے کرتے ایک ہفتہ میں سورہ فاتحہ ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپ دوبارہ سورہ فاتحہ پڑھیں گے۔ دوسرے ہفتے میں آپ کچھ آگے نکل جائیں گے۔ جب آپ غیر المغضوب علیہم پڑھیں گے تو ساتھ یہ بتائیں گے کہ انعمت علیہم میں وہ

لوگ مراد ہیں جنہوں نے حق کا مسئلہ دل میں بٹھایا تھا اور مغضوب وہ لوگ ہیں جو علم کے باوجود حق کا مسئلہ نہیں مانتے۔ اتنے میں مسجد کا امام کہے گا، یار! یہ کیسی نماز ہے، مہینہ پورا ہونے کو ہے اور نماز کا سبق ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا۔ بابا جی غصہ ہو جائے گا اور اس کو کہے گا کہ اس لاٹھی سے ٹھیک کروں گا۔ مغضوب! آپ نے تو ہمیں کچھ سکھایا نہیں، ہماری ساری عمر خراب ہو گئی۔ اسی ترتیب سے بابا جی آپ کے درس کا مستقل رکن بن جائے گا⁴⁸۔

اسلوب (15): شیخ صاحب ابتلاءات کے حوالے سے مختلف قصے بیان کر کے اپنے شاگردوں اور متعلقین کو جرأت دلاتے۔

(مثال نمبر 1): صحیح بخاری میں حضرت خباب کا واقعہ منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خانہ کعبہ کے ساتھ تکیہ لگایا ہوا تھا، میں آپ ﷺ کے پاس چلا گیا اور مشرکین کے مظالم اور برا بھلا کہنے کی فریاد شروع کی۔ نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے اور چہرہ انور سرخ ہو گیا اور مجھے فرمایا، اے خباب! آپ کو پتہ نہیں کہ پرانے زمانے کے مؤحد لوگوں کے لئے گڑھا کھودا جاتا، ناف تک ان کو داخل کیا جاتا اور پھر آری سے ان کے سر کو دو ٹکڑے کر دیا جاتا مگر ان کے منہ سے اف تک نہ نکلتا۔ آپ کو برا بھلا کہا جاتا ہے اور آپ اس کی شکایت کرتے ہیں⁴⁹۔

(مثال نمبر 2): شیخ صاحب نے گزشتہ واقعات کے فوراً بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کو صحرا میں اللہ تعالیٰ کے سہارے پر چھوڑا⁵⁰۔

اسلوب (16): شیخ القرآن اپنے شاگردوں کو درس قرآن اور عام مخاطبین کو اپنے خطبات میں اپنی کارگزاری سناتے تھے۔ کارگزاری سنانے کی ترتیب بھی عجیب ہوتی تھی۔ جس آیت کے ذیل میں ایک مرتبہ کوئی واقعہ سنا دیتے تو آئندہ بھی اسی آیت کے ذیل میں وہ واقعہ سناتے تھے۔ اس طرح ابتلاءات و آزمائشوں کے قصے بالکل یاد ہوتے تھے اور تقریباً ہر بار ایک مفہوم بیان فرماتے تھے بلکہ الفاظ بھی ایک جیسے ہوتے تھے۔ اس سلسلے میں بہت ساری مثالیں ایک مستقل فصل میں بیان ہوں گی۔

اسلوب (17): شیخ القرآن دس فی الکتب یعنی دینی کتابوں کے ورثہ میں غیر اسلامی امور کی آمیزش پر ہمیشہ گفتگو فرماتے اور ان مقامات کی نشاندہی فرماتے جہاں غیر اسلامی آمیزش کی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کتاب کی صحیح عبارت بتانے کی کوشش فرماتے۔

(مثال): حضرت امام احمد نے ساری زندگی یہ محنت فرمائی کہ قرآن مجید مخلوق نہیں۔ جب امام صاحب بیمار ہوئے تو زنادقہ عیادت کے لئے آگئے اور انہوں نے ایک خط لکھا کہ حضرت امام احمد نے یہ وصیت کی ہے کہ جب میرے انتقال کا وقت قریب آجائے تو لوگوں کو یہ خط دکھایا جائے۔ اس خط میں لکھا تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ یہ خط انہوں نے تحریر کر کے وفات سے ذرا پہلے ان کے تکیہ کے نیچے رکھ دیا۔ امام صاحب کے شاگرد ہوشیار تھے، انہوں نے اس خط کو پھاڑ لیا کہ یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ امام صاحب اس کی اجازت نہیں دے سکتے⁵¹۔

اسلوب (18): شیخ صاحب اپنے شاگردوں اور متعلقین کو استقامت اختیار کرنے اور تکالیف برداشت کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ آسان ماحول میں بھی دعوت دینی چاہئے اور مشکل حالات میں بھی اپنی ذمہ داری پوری کرنا ضروری ہے⁵²۔

استقامت کے لئے آپ جرأت اور قربانی کے جذبوں کو ضروری سمجھتے تھے⁵³۔

(مثال نمبر 1): شیخ صاحب نے ایسے لوگوں کی غمی خوشی میں جانا چھوڑ دیا تھا جو خلاف سنت امور میں مبتلا تھے اور ان کی غمی و خوشی میں بدعات موجود ہوتی تھیں⁵⁴۔

(مثال نمبر 2): دعوت دین کے سلسلے میں شیخ صاحب نے شروع میں برادری کی طرف سے بائیکاٹ کا سامنا کیا⁵⁵۔

اسلوب (19): آپ کو جملہ علوم پر عبور حاصل تھا اور فی زمانہ رائج علوم کے علاوہ متروک علوم میں بھی آپ کی دلچسپی ہوا کرتی تھی۔ آپ اپنے درس میں دینی اور معاون دینی علوم کا استعمال کرتے تھے، جس کی وجہ سے اہل علم آپ کی علمیت سے متاثر ہو جاتے اور آپ کی دعوت قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے علماء جو مناظرے کی نیت سے بیچ پیر جاتے تو وہاں درس میں شامل ہو کر متاثر ہو جاتے اور پھر حلقہ تلمذ میں داخل ہو کر فخر محسوس کرتے تھے۔ کند آکازئی ضلع تورغر کے مولانا باچا صاحب اور گڑھی حسن زئی ضلع تورغر کے مولانا شریف غوث صاحب مناظرے کی نیت سے بیچ پیر گئے مگر آپ کی صداقت اور وسعت علمی سے متاثر ہو گئے، پورے دورہ تفسیر میں شامل ہو کر ان کے مشن کے پیروکار بن گئے⁵⁶۔ آپ نے اپنے درس قرآن میں مروج علوم کے علاوہ علم مناظرہ، جدید سائنس، تقابل ادیان، انقلاب، جاہلیت کے امور، علوم حیوانات، موسیقی، عمرانیات، جغرافیہ، تاریخ، علم الاجسام، نفسیات، انساب، زراعت، غذا اور غذائیت، سیاست، فلکیات اور انسانی حقوق جیسے علوم و فنون کو زیر بحث لایا ہے⁵⁷۔

اسلوب (20): پختون خطے میں علمائے سوء نے ملازم کا ایک حصار بنا کر مذہب اسلام پر اجارہ داری قائم کی تھی اور وہ ہر داعی حق کو مختلف حربے استعمال کر کے خاموش کرنے کی کوشش کرتے۔ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر بیچ پیری کی دعوت کی بنیادی اکائیوں میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے ملازم کے اس حصار کو توڑ کر لوگوں کو حق سننے اور سمجھنے کا موقع دیا⁵⁸۔

اسلوب (21): آپ نے منظم اور اجتماعی دعوت کے لئے اشاعت التوحید والسنۃ کے پلیٹ فارم کو استعمال فرمایا۔ آپ جماعت کے منظم رکھنے اور ارکان کے فعال ہونے کو بہت زیادہ ضروری سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اصول بھی وضع فرمائے تھے۔ شیخ صاحب اپنے متعلقین کو جماعت کے ساتھ مضبوط وابستگی کی تلقین فرماتے تھے اور جماعت میں فساد پیدا ہونے کے اسباب پر روشنی ڈالتے تھے⁵⁹۔

اسلوب (22): آپ اپنے متعلقین کو عملی غلطیوں کی طرح غلطیوں سے بچنے کی تربیت دیتے تھے۔ چنانچہ مختلف کتابوں میں غلطیوں کے وقوع کا پس منظر بیان کر کے اپنے متعلقین اور شاگردوں کو متنبہ کرتے تھے۔ اسی طرح فقہ میں متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحات کے

فرق کو واضح کر کے فکری غلطیوں سے بچانے کی کوشش فرماتے تھے۔ اسی طرح مفسرین، محدثین اور فقہاء کے طبقات بیان کر کے آپ اشتباہ کو دور فرماتے تھے۔ اسی طرح معتبر و غیر معتبر کتابوں کی نشاندہی فرماتے تھے⁶⁰۔

اسلوب (23): آپ دعوت دین میں عقل و نقل کے امتزاج کو پسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی کے پاس ایک چھٹانک عقل ہے تو اس کے درست استعمال کے لئے ایک من عقل کی ضرورت ہے۔ آپ شخصیت کو دیکھ کر برتاؤ کرنے کے فن کو جانتے تھے۔ آپ کو قدرت کی طرف سے تفہیم کا ایک زبردست ملکہ اور صلاحیت عطا ہوئی تھی۔ آپ اپنے اور اپنے متعلقین کے خلاف کئے جانے والی سازشوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور ان سے نبرد آزما ہونے کی منصوبہ بندی بھی کر سکتے تھے۔

(مثال نمبر 1): ایک شخص زخمی حالت میں شیخ صاحب کے پاس آیا اور اپنے مظلوم ہونے کا تذکرہ کیا۔ اس نے ایک آنکھ پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ توحید بیان کرتے ہوئے اس نے پیر بابا رحمہ اللہ کو برا بھلا کہا تھا۔ شیخ صاحب نے فرمایا، اچھا ہوتا کہ وہ لوگ آپ کی یہ دوسری آنکھ بھی زخمی کر دیتے۔ آپ کو کس نے کہا کہ اولیاء کرام کی بے ادبی کریں۔ میں نے آپ کو اولیائے کرام کی توہین کرنے سے منع کیا ہوا ہے⁶¹۔

(مثال نمبر 2) آپ فرماتے ہیں کہ میں میانوالی میں مدرس تھا۔ ایک خان صاحب تھے، اخلاقی اعتبار سے اچھے تھے لیکن غلط پیروں کے ہاتھوں میں تھے۔ میں اس موقع میں رہتا کہ اس کو قرآنی دعوت سے متعارف کراؤں۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس نے ریل گاڑی میں سفر کرنا ہے۔ اس نے فرسٹ کلاس ٹکٹ خریدا تھا، میں نے بھی فرسٹ کلاس ڈبے کا ٹکٹ خریدا۔ اندر داخل ہوا تو اس نے مجھے کہا، اتر جاؤ، آپ کے پاس فرسٹ کلاس ٹکٹ نہیں ہو گا اور ٹی ٹی آپ سے فرسٹ کلاس کا ٹکٹ مانگے گا۔ میں نے کہا کہ میرے پاس فرسٹ کلاس کا ٹکٹ ہے۔ گاڑی ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن تک پندرہ منٹ لگاتی تھی۔ گاڑی روانہ ہوئی تو میں نے قریب جا کر کہا، میری یہ عرض ہے کہ آپ میری بات دس منٹ تک سنیں گے اور اس دوران بالکل خاموش رہیں گے۔ اس نے پوچھا، آپ کیا بات کہنا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا، آپ سن لیں گے۔ اس نے اجازت دے دی۔

میں نے سورہ حم مؤمن شروع کی۔ جب میں نے آٹھ منٹ بات کی تو وہ رونے لگا۔ دس منٹ پورے ہوئے تو میں خاموش ہوا۔ اس نے تقریر جاری رکھنے کا کہا، تو میں مزید بولتا رہا۔ کندی سٹیشن آیا تو پوچھا، آپ کہا جائیں گے؟ میں نے کہا، میں اپنی جگہ جاؤں گا۔ اس نے کہا، میرے ساتھ نہیں جاؤ گے؟ میری اولاد، بہو اور بیویاں آپ کی بات سن لیں گی۔ میں نے کہا، ابھی نہیں جاتا، کسی اور وقت آؤں گا۔

پھر میں حسب وعدہ وہاں چلا گیا اور ان کو درس دیا۔ درس سے پہلے میں نے پردے لٹکانے کا کہا تھا کہ میری نظر خواتین پر نہ پڑے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب میری داڑھی تھوڑی سی نکلی تھی اور ابھی میں نے شادی نہیں کی تھی۔ تین دن درس کے بعد اس نے کہا، آپ نے ہمیں جہنم سے نکال دیا۔ میرے عقائد تو بالکل مشرکانہ تھے۔ پھر اس نے مجھے بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا⁶²۔

اسلوب (24): آپ غیر مستند اور مشکوک بات کہنے سے احتراز فرماتے تھے اور تحقیقی بات کہنے اور سننے کو پسند فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی بھی مشکوک اور فقہاء کے ہاں اختلافی مسئلہ عوام میں بیان نہیں کیا ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ اگر میں نے ایک مشکوک، کمزور یا اختلافی مسئلہ بیان کیا اور میں دلیل کے اعتبار سے اپنے بیان کردہ مسئلے کا دفاع نہ کر سکا تو میرے لئے حق کا مسئلہ بیان کرنا مشکل ہو جائے گا۔ آپ دوسروں کسی بات بھی بغیر دلیل کے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتے تھے⁶³۔ آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے تھے کہ امام صاحب اس عمل کو عبادت قرار دیتے ہیں جو قوی ہو، مشکوک دلیل سے کسی چیز کو امام صاحب عبادت قرار نہیں دیتے تھے⁶⁴۔

اسلوب (25): شیخ صاحب اپنے درس قرآن اور خطبات میں مخاطبین کو سمجھانے کے لئے مثالیں پیش فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں قرآن میں امثلہ کو خصوصیت سے ذکر فرماتے۔

(مثال نمبر 1): سورہ عنکبوت آیت نمبر 73 کے ذیل میں آپ نے ابن قیم رحمہ اللہ کی "مفتاح دار السعادة" کے حوالے سے مکھی کے چند عیوب ذکر فرمائے ہیں۔ مکھی کی آنکھوں پر پلکیں نہیں ہیں جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں غیر محفوظ ہیں اور ایک لحاظ سے بے حیا بھی ہے۔ اس کی گردن بہت باریک ہے⁶⁵۔

(مثال نمبر 4): آپ چیونٹی کے اوصاف بیان کر کے اپنی جماعت کے لوگوں کو متحذر رہنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ آپ چیونٹیوں کے اتحاد اور گدھوں کی بے اتفاقی سے عبرت حاصل کرنے کا درس دیا کرتے تھے۔ یہ بات آپ کے ملفوظات میں بھی بتائی گئی تھی⁶⁶۔

اسلوب (26): آپ تائید غیبی پر مکمل اعتماد رکھتے تھے اور آپ کو دین اسلام کی اشاعت میں اطمینان کی کیفیت نصیب ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے بھی آپ کے حق میں ہوا کرتے تھے⁶⁷۔

(مثال): ایک پیر صاحب نے آپ کو دھمکی دی تو آپ نے فرمایا کہ آپ اپنی خیر منائیے، آپ تو عنقریب علاقہ سے کوچ کر جائیں گے۔ واقعی ایسا ہی ہوا اور وہ پیر علاقہ چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا⁶⁸۔

اسلوب (27): آپ اپنے ساتھیوں کو دیانتداری کی ترغیب دیتے تھے اور مالی بے ضابطگیوں پر بہت سخت گرفت فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں جماعتی مدارس میں پائی جانے والی بے ضابطگیوں کی نشاندہی فرماتے تھے⁶⁹۔

(مثال): طلبہ کے ایک امیر نے اجتماعی چندہ واپس کئے بغیر گھر جانے کا ارادہ کیا تو شیخ صاحب نے اسے روکا اور پہلے طلبہ کا اجتماعی چندہ واپس کرنے کا حکم دیا⁷⁰۔

اسلوب (28): اللہ تعالیٰ نے آپ کو محبوبیت عطا فرمائی تھی، تاہم آپ طلبہ کی کثرت سے مستغنی رہتے تھے اور اپنی قیادت کے حوالے سے داد لینے دینے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ ان تمام اوصاف کے باوجود طلبہ آپ پر قربان ہونے کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپ بے

تکلفی کو پسند فرماتے تھے اور کسی بھی مصنوعی کارکردگی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپ بذلہ سنجی سے بھی کام لیتے تھے اور کبھی کبھار مزاح کے ذریعے سے طلبہ و متعلقین کی پریشانیوں کو دور کرنے کی کوشش فرماتے⁷¹۔

اسلوب (29): شیخ صاحب مستقبل کے حالات کا صحیح تخمینہ کر کے آنے والے متوقع حالات کی پیش بندی فرماتے تھے۔ اس کی مثال وہ استفتاء ہے جو کہ شیخ صاحب نے مرتب فرمایا تھا۔ یہ استفتاء چند ایسے مسائل پر مشتمل تھا جو مکمل طور پر مستقبل میں زیر بحث آسکتے تھے۔ مثال کے طور پر قبروں کو پختہ کرنا، صاحب قبر کو فریاد کرنا، مذہب حنفی میں مردوں کے سننے کا مسئلہ۔ شیخ صاحب نے مندرجہ بالا اور ان جیسے دیگر مسائل میں ایک اشتہار مرتب کیا اور اس میں ہر مسئلے کو دلائل سے مدلل کیا اور مقامی علماء سے اس پر تصدیقی دستخط لے لئے۔ بعد میں جب شیخ صاحب نے رد بدعات کے خلاف مہم شروع کی اور مقامی علماء نے اس کی مخالفت شروع کی تو شیخ صاحب ان کو فتویٰ دکھاتے کہ آپ نے بھی اس بدعت کے خلاف دستخط کئے ہیں۔ مولوی صاحبان شیخ سے کہتے کہ آپ نے ہمیں پھسلا دیا ہے۔ اس طرح بہت سارے سرکردہ مولوی صاحبان کی زبان بند ہو گئی⁷²۔

اسلوب (30): شرک و بدعت کی تردید میں شیخ القرآن کا طرز عمل سختی پر مبنی تھا۔ اور اس بارے میں آپ بے رحم تنقید کے حامی نظر آتے ہیں۔ یہ وہی طرز عمل تھا جس کی نشاندہی مولانا ابوالحسن علی ندوی نے یوں فرمائی ہے⁷³۔

صحابہ کرام کے بعد ائمہ و فقہائے اسلام نے اعلیٰ درجہ کے فہم دین اور ایسی عزیمت و استقامت کا ثبوت دیا جو انبیائے کرام کے جانشینوں کے شایان شان ہے، انھوں نے ہمیشہ اپنے زمانہ کی بدعات کی سختی سے مخالفت کی، مبتدعین کا علمی و عملی مقاطعہ کیا، اسلام کے معاشرہ اور دینی حلقوں میں ان بدعات کو مقبول اور ان کے علمبرداروں کے وقیع اور باوقار بننے سے روکنے کی کوشش اور ان کو اہل علم کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے گرا دیا⁷⁴۔

اسلوب (31): آپ بلاشبہ نقاد مزاج کے عالم تھے لیکن بلاوجہ کسی کی تکفیر کرنے سے احتراز فرماتے تھے۔ اگر آپ شرک سے متعلق آیات کو موجودہ معاشرے پر منطبق فرماتے تو کسی کو تکفیر کے لئے متعین نہ کرتے۔ پاکستان بننے کے بعد مسلم لیگیوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ خان عبدالغفار خان کو کافر قرار دیں۔ آپ نے سخت قسم کی اذیتیں سہہ لیں مگر ان کا مطالبہ تسلیم نہیں کیا⁷⁵۔

اسلوب (32): جس طرح آپ آیات قرآنیہ کی تشریح میں عصری تطبیق کو اہمیت دیتے تھے، اسی طرح اصلاح عقائد اور بدعات کی تردید میں بھی عصری تطبیق کا خاطر خواہ استعمال فرماتے تھے۔ فقہ الجاہلیہ آپ کا پسندیدہ موضوع تھا، آپ اس سے بھرپور استفادہ فرماتے تھے۔ (مثال نمبر 1): سورہ مائدہ کے شروع میں اہل جاہلیت کے رسم و رواج کا برصغیر کے رسم و رواج سے تقابل کیا ہے۔ مشرکین عرب قیامت کے بالکلیہ انکاری نہیں تھے کیونکہ اپنے مردوں کو غسل دیتے تھے۔ ان کے ایصال ثواب کے لئے صدقات دیتے تھے بلکہ نبی کریم ﷺ کے بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق ماننے سے انکار کرتے تھے۔ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ قیامت قائم ہوگی مگر وہاں روح

زندہ ہوگی جبکہ نبی کریم ﷺ روح اور جسد کے جمع ہونے کا عقیدہ بتایا کرتے تھے۔ اسی طرح مشرکین جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ بت کے اندر نیک لوگوں کی روحیں آتی ہیں، اس لئے کہتے تھے کہ ہماری عبادت دراصل ان کی روحوں کی عبادت ہے۔ اسی طرح آج کل کے قبر پرست کہتے ہیں کہ ان قبروں میں نیک لوگوں کی روحیں لوٹ کر آتی ہیں، اس لئے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں۔ اہل جاہلیت نے فصلوں اور جانوروں میں نیک بندوں کا حصہ مقرر کیا تھا، آج بھی مشرک مزاج لوگوں نے اولیائے کرام کے نام پر فصلوں اور جانوروں میں حصے مقرر کئے ہیں۔ مشرکین جاہلیت نیک لوگوں کی درگاہوں کا طواف کرتے تھے، آج کے قبر پرست بھی قبروں کا طواف کرتے ہیں⁷⁶۔

(مثال نمبر 2): اہل جاہلیت کے ہاں اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے کا یہ طریقہ رائج تھا کہ گائے کی دم کے ساتھ ایندھن باندھ کر اسے آگ لگاتے اور یہ عقیدہ رکھتے کہ یہ گائے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گی اور اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں گے۔ آج کل کے مشرک مزاج بھی بارش مانگنے کے لئے یہ طریقہ اپناتے ہیں کہ بزرگان دین کی قبروں کو گلیا کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس سے صاحب قبر غصہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ بارش برسا دے گا⁷⁷۔

اسلوب (33): شیخ صاحب نے دعوت دین کے سلسلے میں مختلف طرح کی تکالیف برداشت کیں۔ شیخ صاحب مخالفین کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر فرماتے تھے، یہاں اس کی ایک دو مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

(مثال نمبر 1): ایک مولوی صاحب نے چار بد معاشوں کو درغلا یا اور کہا کہ اس کو قتل کرنا بہت اجر کا باعث ہے اور آپ کو سو شہیدوں کا ثواب مل جائے گا۔ ان لوگوں نے حملہ کرنا چاہا مگر کامیاب نہ ہوئے اور تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ فلاں مولوی صاحب نے درغلا یا ہے۔ شیخ صاحب نے اس مولوی صاحب کے ساتھ ملاقات کر کے فرمایا کہ آپ کی دعاؤں کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شر سے بچاتا ہے۔ اور آپ نے اس کی جیب میں پانچ روپے ہدیہ بھی رکھ دیا۔ وہ مولوی صاحب سمجھ گیا اور پھر ان چار بندوں کو بلا کر کہا کہ آئندہ ایسی حرکت دوبارہ نہ کرنا ورنہ جہنم میں چلے جاؤ گے⁷⁸۔

(مثال نمبر 2): مارشل لاء کے دور میں کوئٹہ میں بدعت نواز مولویوں نے آپ کو دوران تقریر پتھر مارے جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے اور بات حکام تک پہنچی۔ آپ سے انتظامیہ والوں نے پوچھا کہ آپ کا دعویٰ کس پر ہے؟ شیخ صاحب نے فرمایا، آپ پر۔ آپ کی ذمہ داری تھی کہ امن قائم کرتے، آپ امن قائم نہ کر سکے تو میں کس پر دعویٰ کروں؟ مجھے دعویٰ کرنے سے کوئی سروکار نہیں، میں تو اللہ کے لئے تقریر کر رہا تھا، اللہ جانے اور یہ لوگ⁷⁹۔

نتائج بحث

مقالہ ہذا کی تکمیل پر چند نتائج حاصل ہوئے ہیں جو کہ ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

- شیخ القرآن مولانا محمد طاہر بیچ پیری ایک جلیل القدر عالم دین تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے پختہ علم نصیب فرمایا تھا اور انہوں نے اپنی زندگی دین کے طریقوں کے مطابق گزاری۔
- دین پر خود بھی سختی سے کاربند رہتے تھے اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔
- انہوں نے پختونوں کے ایسے معاشرے میں قرآنی دعوت کا علم بلند کیا جہاں پر جہالت کے اندھیرے چھائے ہوئے تھے اور لوگ مختلف رسوم و رواج اور بدعات کو حرف آخر سمجھتے ہوئے ان پر عمل پیرا تھے، آپ نے ان کی اصلاح کرتے ہوئے انہیں دینی تعلیمات سے مالا مال کر دیا۔
- آپ کا دعوتی اسلوب کافی منفرد تھا اور اپنی اس انفرادی دعوت کے ذریعے انہوں نے مختصر وقت میں بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔
- ان کا دعوتی اسلوب سلف صالحین کے اسلوب دعوت سے بہت مماثل ہے۔

1- مولانا محمد طاہر بیچ پیری ربیع الثانی 1334ھ بمطابق فروری 1916ء کو تحصیل صوابی کے بیچ پیر نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک عصری تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے اور مختلف علمائے کرام سے دینی علوم حاصل کرنے کے بعد 1932ء کو مولانا حسین علی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے تین ماہ قرآن مجید کی تفسیر پڑھنے کے بعد ان ہی کے مشورہ سے مولانا نصیر الدین غور غوثی کے پاس دورہ حدیث کرنے کے لیے چلے گئے اور ایک سال میں دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ یہاں سے واپس مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی خدمت میں واپس چکے اور ان سے صحاح ستہ کے مشکل مقامات پڑھ لیے اور ان سے بھی حدیث میں سند حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ ان سے علم فقہ اور تصوف کی اہم کتب بھی پڑھیں۔ اگلے سال شوال ۱۳۵۲ھ کو مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے آپ کو علوم عقلیہ کے شہرت یافتہ مدرس مولانا ولی اللہ صاحب کے پاس انجی بھیجا، جہاں ایک سال کے عرصہ میں آپ نے فنون کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے آپ کو دارالعلوم دیوبند میں مکرر طور پر دورہ حدیث پڑھنے کا مشورہ دیا۔ شوال ۱۳۵۳ھ کو آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شعبان ۱۳۵۴ھ کو دارالعلوم دیوبند کے فاضل قرار پائے۔

فراغت کے بعد ایک سال منبع العلوم گلاوٹھی میں تدریس کی اور ایک سال بعد میانوالی میں مولانا حسین علی کے حکم پر تدریس شروع کی۔ 1936ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں مولانا عبد اللہ سندھی سے آپ نے ان کے انقلابی طرز پر قرآن مجید کی تفسیر پڑھنے کے علاوہ ان سے شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ اسماعیل شہید کی کتابیں درس پڑھیں۔ حرمین شریفین سے واپسی پر آپ نے اپنے علاقے میں دعوتی زندگی کا آغاز کیا اور لوگوں کے عقائد کی تصحیح اور ان کے اعمال کی اصلاح میں مشغول ہو گئے۔

1957ء میں مولانا حسین علی کے تلامذہ سے مل کر جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کی بنیاد رکھی اور اس کے صوبائی امیر مقرر ہوئے۔ 1947ء کو دارالقرآن بیچ پیری کی بنیاد رکھی اور دورہ تفسیر کا آغاز کیا۔ تفسیری خدمات کا یہ سلسلہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔ اپنی پوری زندگی درس و تدریس اور دعوت و اصلاح کے ذریعے دین کی خدمت کرتے ہوئے 30 مارچ 1987ء کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

شیخ القرآن بیچ پیری، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر بیچ پیری، التوفی 1987ء، بقیۃ الآثار، بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعار یعنی کتاب الاتباء والمحنۃ فی اشاعت التوحید والسنۃ فی بلاد افغانیہ، پشاور، اشاعت اکڈمی، ص: 20-90۔

2- مولانا محمد طاہر بیچ پیری، بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعار، ص: 81۔

3- مولانا عبد الحمید خان، اشاعت التوحید والسنۃ کی جدوجہد، ناشر نامعلوم، ص: 5۔

4- شیخ القرآن بیچ پیری، بقیۃ الآثار، ص: 82۔

5- شیخ القرآن بیچ پیری، درس قرآن، ص: 23، ج: 1، غیر مطبوع تفسیر، دورہ تفسیر، 1983ء۔

6- رشیدی، فضل الرحمن، تفسیر تیسر القرآن، اقادات شیخ القرآن مولانا محمد طاہر بیچ پیری، بیچ پیری صوابی، مکتبۃ الیمان، ص: 72۔

- 7- محولہ بالا، ص: 75۔
- 8- محمد مطہر، شیخ القرآن بیچ پیر، افکار و آثار، بیچ پیر صوابی، مکتبۃ ایمان، ص: 12۔
- 9- شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 154، ج: 7۔
- ہدایت اللہ چغزئی، درس قرآن پر ایک مختصر تبصرہ، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر بیچ پیری کے درس قرآن کریم پر ایک مختصر تبصرہ، ص: 29۔
- 10- خان بادشاہ، مولانا خان بادشاہ بن شاندی گل، تسکین الخاطر، لاہور، نقوش پریس، ص: 30۔
- شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 41، ج: 7۔
- 11- شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 41، ج: 7۔
- 12- فضل الرحمن رشیدی، تفسیر تیسرے القرآن، ص: 216 تا 218۔
- 13- شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 217، ج: 11۔
- مولانا خان بادشاہ، تسکین الخاطر، ص: 31۔
- 14- شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 110، ج: 12۔
- 15- محمد مطہر، شیخ القرآن بیچ پیر افکار و آثار، ص: 110، 111۔
- 16- طاہری، شیخ محمد طیب طاہری، ماہنامہ توحید و سنت، شمارہ مارچ 2004ء، ص: 18، انٹرویو مولانا ضیاء الدین، دارالعلوم سعید یہ اوگی
- 17- انٹرویو قاری شاد محمد صاحب، دارالعلوم سعید یہ اوگی، مورخہ: 05/05/2018
- 18- انٹرویو مولانا بیچ اللہ صاحب، دارالعلوم سعید یہ اوگی، مورخہ: 05/05/2018
- 19- شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 226، ج: 11۔
- 20- محولہ بالا، ص: 3، ج: 1۔
- 21- فضل الرحمن رشیدی، تفسیر تیسرے القرآن، ص: 174۔
- 22- ہدایت اللہ چغزئی، درس قرآن کریم پر مختصر تبصرہ، ص: 38۔
- انٹرویو مفتی اکمل ادینوی، بیچ پیر صوابی، مورخہ: 04/03/2018
- 23- شیخ القرآن بیچ پیر، بقیۃ الآثار، ص: 43۔
- 24- شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 76، ج: 1۔
- 25- محولہ بالا، ص: 30، ج: 3۔
- 26- محولہ بالا، ص: 21، ج: 7۔
- 27- محولہ بالا، ص: 47، ج: 2۔
- 28- میاں محمد الیاس، حیات شیخ القرآن، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر بیچ پیری حیات و خدمات، پشاور، اشاعت اکیڈمی، ص: 18 تا 20۔
- 29- شیخ القرآن بیچ پیر، ص: 297، ج: 11۔
- 30- طلبہ میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ جو شخص بیچ پیر کے بددی نالہ کا پانی نہ پی چکا ہو تو وہ قرآن مجید کو بھی نہیں سمجھتا اور توحید و سنت کی اشاعت کی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔
- انٹرویو مولانا غنی احمد صاحب، دارالعلوم سعید یہ اوگی، مورخہ: 05/05/2018
- 31- شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 235، ج: 11۔
- 32- محولہ بالا، ص: 168، ج: 10۔

³³۔ فضل الرحمن رشیدی، تفسیر تیسیر القرآن، ص: 73، 76.

محمد مطہر، شیخ القرآن بیچ پیر افکار و آثار، ص: 42۔

شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 112، ج: 2۔

³⁴۔ فضل الرحمن رشیدی، تفسیر تیسیر القرآن، ص: 264۔

محمد مطہر، شیخ القرآن بیچ پیر افکار و آثار، ص: 42۔

شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 56، ج: 5۔

³⁵۔ شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 44، ج: 8۔

³⁶۔ محولہ بالا، ص: 8، ج: 5۔

³⁷۔ محولہ بالا، ص: 109، ج: 6۔

³⁸۔ محولہ بالا، ص: 125، ج: 5۔

³⁹۔ محولہ بالا، ص: 92، ج: 2۔

⁴⁰۔ محولہ بالا، ص: 47، ج: 5۔

⁴¹۔ محولہ بالا، ص: 128، ج: 5۔

⁴²۔ محولہ بالا، ص: 121، ج: 2۔

⁴³۔ محولہ بالا، ص: 78، ج: 1۔

⁴⁴۔ محولہ بالا، ص: 11، ج: 5۔

امام طبرانی، سلیمان بن احمد بن ابوب الطبرانی، التوفی 360ھ، المعجم الکبیر، القاہرہ، مکتبۃ ابن تیمیہ، ص: 191، ج: 19۔

⁴⁵۔ محولہ بالا، ص: 142، ج: 5۔

⁴⁶۔ محولہ بالا، ص: 122، ج: 2۔

⁴⁷۔ محولہ بالا، ص: 211، ج: 11۔

⁴⁸۔ محولہ بالا، ص: 189، ج: 11۔

⁴⁹۔ محولہ بالا، ص: 23، ج: 2۔

⁵⁰۔ محولہ بالا، ص: 23، ج: 2۔

⁵¹۔ محولہ بالا، ص: 122، ج: 2۔

⁵²۔ محولہ بالا، ص: 199، ج: 11۔

⁵³۔ ہدایت اللہ چغزئی، درس قرآن کریم پر ایک مختصر تبصرہ، ص: 29۔

⁵⁴۔ شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 261، ج: 11۔

⁵⁵۔ محولہ بالا، ص: 262، ج: 11۔

⁵⁶۔ انٹرویو مولانا غنی احمد صاحب، دارالعلوم سہیلہ اوگی، مورخہ: 05/05/2018۔

⁵⁷۔ شیخ القرآن بیچ پیر، درس قرآن، ص: 62، ج: 10، ص: 51، ج: 3، ص: 10، ج: 4، ص: 50، ج: 4، ص: 8، ج: 5، ص: 26، ج: 5، ص: 87، ج: 2، ص: 88، ج: 2، ص:

105، ج: 2، ص: 29، ج: 6، ص: 43۔

- { 122 }